Tarseel,Vol.18(ISSN:0975-6655)
A Peer Reviewed Research Journal of Urdu
Listed in UGC-CARE

Center for Distance and Online Education
University of Kashmir

نصف آبادی کا پورا کردار
(معاشرتی ترقی میں خواتینِ کشمیر کی حصہ داری کا تجزیہ)

ڈاکٹر روشن آرا

تلخیص

کاروبارِ زیست میں طبقہ اناث کی شمولیت اور بھرپور کارکردگی کو ہر دور میں اگرچہ بہ چشمِ کمتر دیکھا گیا ہے تاہم گزشتہ نصف صدی سے مختلف طرح کی علمی، ادبی، سماجی، سیاسی اور ثقافتی تحریکیں دنیا کے مختلف خطوں سے ابھریں ہیں جو خواتین کی خدمات کے اعتراف کے لیے کوشاں ہیں۔زیرِ نظر مقالہ اسی سمت میں ایک اہم علمی کاوش ہے جس میں مقالہ نگار نے یوٹی کشمیر میں علمی، ادبی، سیاسی، سماجی اور انتظامی سطحوں پر نمائندہ خواتین کی گرانقدر خدمات کا عہد بہ عہد جائزہ پیش کر کے ہماری تاریخ کے اُن پہلوؤں کو منصۂ شہود پر لایا ہے جن پر مرد حاوی مواشرے اور اجبار نے ایک دبیز چادر ڈال رکھی تھی۔اس طرح معاشرتی ترقی و توقیر میں وادی کشمیر کی خواتین کو خدمات کو پیش کر کیا اس خطے کی علمی، ادبی، سیاسی اور ثقافتی تاریخ کو از سرِ نو مرتب کرنے پر بھی غور کیا جا سکتا ہے۔یہی مابعدِ جدید تانیثی ڈسکورس کا احتیاج بھی ہے اور وقت کی ضرورت بھی۔فاضل مقالہ نگار اس اعتبار سے مبارک بادکی مستحق ہے کہ انہوں نے ایک اہم موضوع کو تحقیق و تجزیے کے لیے منتخب کیا ہے۔

کلیدی الفاظ:

مرد حاوی معاشرہ، تہذیب وسیاست، انتظامیہ، تانیثیت، ثقافت، ادبی اقدار، علمی ترقی

خالق کائنات نے اس عالم رنگ و بو کو جن خصوصیات سے متصف کیا ہے ان میں اور چیزوں کے علاوہ عورت کا وجود کلیدی حیثیت کا حامل ہے، بلکہ اس کی اہمیت ناگزیریت کی حدود کو چھو رہی ہے۔ یہی وہ ذات ہے جس کی کوکھ سے ہر اعلیٰ وادنیٰ، ابتر و بہتر، اور پست و بلند نے جنم لے کر اس کارگہِ ہستی میں اپنے وجود کو آشکار کیا ہے۔ اسی ذات نے وہ ساز چھیڑا ہے جس کے زیر و بم سے صدیوں سے یہ کائنات اور اس کے مظاہر متحرک ہیں۔ شاعر مشرق کو اسی کے ساز میں زندگی کا سوز دروں محسوس ہوا ہے ؎

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ — اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

اس عورت نے لاکھ مخالف ہواؤں کے باوجود اپنی شمعِ محبت کو فروزاں رکھ کر اس جہانِ سوز وساز کو پرکشش اور بامعنی بنایا۔ اس کی کشادہ دلی، ہمدردی، نرم روئی اور اخلاص مندی نوع انسان کو سرشاری اور سرمستی کی بہار سے شگفتہ اور دلآویز بنا دیتی ہے۔ اس پر کبھی خزاں بھی آجائے تو انسان اس بہار کی یادوں کے سہارے اپنی صبح کو شام کرتا ہے۔ غرض کائنات کی اس کارگہِ شیشہ گری میں ایک عورت مختلف روپ دھار کر اپنی موجوں سے سخت اور سنگلاخ راستوں میں چراغ روشن کر کے رہرو کو منزل کا سراغ دیتی ہے اور یوں انسان زندگی کے نشیب و فراز سے بہ آسانی گزر جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس شمع فروزاں کو گل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ کہنا چاہیے کہ وہ کون سا دور ہے جب اس کے نرم و نازک وجود کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹانے کے حربے نہیں آزمائے گئے بلکہ ماضی قریب تک دنیا کی عظیم ترین کہلانے والی جمہوریتوں نے بھی اسے حق رائے دہی سے محروم رکھا تھا اور اپنے یہاں تو کل پرسوں تک اسے علم کے نور سے بیگانہ کر دینے کی روش عام تھی لیکن ان سب محاذ آرائیوں کے باوجود اس عورت نے ہر ایک کے ساتھ جو سلوک کیا وہ بقولِ فیضؔ بڑا اکرم والا ہے ؎

غم جہاں ہو، رخ یار ہو کہ دست عدو — سلوک جس سے کیا ہم نے عاشقانہ کیا

تاریخ کی ورق گردانی سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ کشمیر ابتدائے زمانہ سے ہی افراتفری کا شکار رہا ہے۔ یہاں کے لوگوں نے چک، شاہ میری، افغان، سکھ اور ڈوگرہ خاندانوں کی حکومتیں دیکھی ہیں۔ چنانچہ شروع میں برہمن آباد تھے لیکن امیر کبیر

سید علی ہمدانی شاہ ان کے یہاں وارد ہوتے ہی اسلام کی تعلیمات کا آغاز ہوا۔ان کے ساتھ آئے ہوئے سات سو سادات کشمیر کے طول وارض میں پھیل گئے جنھوں نے جگہ جگہ اسلام کی تبلیغ کی۔نتیجتاً یہاں مسلمانوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا اور اسلام کی تعلیم عام ہوگئی چونکہ عوام کے اقتصادی وسائل محدود تھے لہذا سوائے دستکاری کے ان کے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا۔کھیتی باڑی عام تھی لیکن پیداوار تسلی بخش نہیں ہوتا تھا۔مردوں میں کسی حد تک لکھنے پڑھنے کا رجحان تھا لیکن عورتیں اس نعمت سے بالکل محروم تھیں۔عورتوں کی پڑھائی یا کھیل کود کو ادب اور تہذیب کے بالکل خلاف سمجھا جاتا تھا۔ان کی کارکردگی کھیتی باڑی سے لے کر گھر کی چار دیواری تک محدود تھی۔لڑکیوں کی شادی کا فیصلہ گھر کے بزرگ کیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان سے صلح مشورہ نہیں کیا جاتا تھا۔بالکل کم عمری میں لڑکیوں کی شادی انجام دی جاتی تھی جس کے نتیجے میں اکثر لڑکیوں کی زندگی تباہ و برباد ہو جاتی تھی۔جہالت کے اس عالم میں اکثر عورتوں کے آٹھ آٹھ دس دس بچے پیدا ہوتے تھے۔اس طرح زچہ اور بچہ دونوں طبعی لحاظ سے لاغر اور کمزور رہتے تھے۔بچوں کو پہننے کے لیے کپڑا اور کھانے کے لیے روٹی نہیں ملتی تھی۔ان تمام تر مشکلات کا سامنا زیادہ تر خواتین کو ہی کرنا پڑتا تھا۔کھیتوں میں دن بھر کام کاج کرنے کے باوجود عورتوں کو معمولی چیزوں پر مار پیٹ اور تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ان کو بعض علاقوں میں تیسرے درجے کی مخلوق تصور کیا جاتا تھا۔سسرال میں بہو بننے کے بعد عورتوں کو وہ قدر و منزلت نہیں ملتی تھی جس کی وہ مستحق ہوتی تھیں ان کو سسر اور ساس کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیتیں اٹھانا پڑتی تھیں۔بعض عورتوں کو سسرال میں اپنے شوہروں کے غیض وغضب کا شکار ہونا پڑتا تھا۔اس طرح کی المناک مثال صوفی شاعرہ لل عارفہ کی زندگی ہے۔لل عارفہ کی شاعری اس قدر پُر معنی اور اثر انداز تھی کہ ہندو اور مسلم دونوں فرقے کے لوگ اب بھی ان کی شاعری کا حوالہ دیتے ہیں۔بلند پایہ شاعرہ اور نیک سیرت عورت ہونے کے باوجود سسرال میں ان کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جاتا تھا۔ان کی ساس اُن کو پریشان اور پراگندہ کرنے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کرتی تھی۔چونکہ ان کا تعلق ہندو مذہب کے ساتھ تھا لیکن اسلامی تصوف سے وہ متاثر تھی۔ان کی شاعری کے ساتھ ساتھ آج بھی لوگ سسرال میں ان کے ساتھ ظلم وستم کی کہانیاں سناتے ہیں۔جی ایم ڈی صوفی اپنی کتاب میں لل عارفہ کی مظلومیت کا ذکر یوں کرتے ہیں:

> لل عارفہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی شادی پانپور میں ہوئی تھی جہاں ان کی ساس نے ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک روا رکھا۔ان کی مظلومیت سے متعلق ایک کہانی میں بتایا گیا ہے کہ ان کی ساس ان کے کھانے کے برتن میں

ایک ڈالے دار پتھر نصف کرتی اور اس پتھر کو چاول سے ڈھانکتی تھی تا کہ برتن
چاول (کھانا) سے بھرا نظر آئے۔ لل عارفہ نے کبھی کوئی شکایت نہیں کی بلکہ
چپ چاپ سسرال کو چھوڑ کر اپنی ازدواجی زندگی سے کنارہ کشی کی۔''[۱]

ایسی مثالیں آٹے میں نمک کے برابر ہیں کہ یہاں کسی خاتون نے علمی، ادبی، اقتصادی یا سیاسی سطح پر اہمیت ثابت کی ہو۔ عہد کہن سے لے کر تا ایں دم اس خطے میں جو نابغۂ روزگار خواتین منصۂ شہود پر آ کر اپنی حیثیت کو منوانے میں کامیاب رہیں ان کی تعداد اگر چہ کم سہی لیکن موجود ضرور ہے۔ وادیٔ کشمیر کی موجودہ تاریخ کے گزشتہ چھ سات سو برسوں پر اگر نظر دوڑائی جائے تو لل عارفہ ایک ادبی وجود کے طور پر سامنے آئی ہیں جنہوں نے صدیوں تک علم وادب، پارسائی و نیک نیتی اور زہد و تصوف کے متوالوں کو روشنی فراہم کی ہے۔ موصوفہ نے زندگی کے باطنی اسرار کے ساتھ ساتھ ادبی اظہار کے نئے امکانات کو بھی روشن کیا ہے۔ کشمیری زبان وادب کی تاریخ میں لل دید اپنی مخصوص شعری صنف ''واکھ'' کے موجد کی حیثیت سے معروف ہیں۔ مثال کے طور پر یہ واکھ ملاحظہ فرمائیں ؎

کتہ بوزء دیے میون میہ دی تار   آمہ پنہ سدرس ناوٗ چھس لمان
ژوچھمہ برمان گرہ گژھ ہا   آمین ٹاکین پونی زن شارن
ونتہ مالہ من کتھ پژان چھے   تلہ چھے زیس تے پیٹھ چھک نژان
ونتہ مالہ من کتھ پژان چھے   سوری سمبرتھ بتی چھے مژان

لل عارفہ کے دو سو سال بعد بھی سسرال میں لڑکیوں پر ظلم وستم ڈھانے کی کئی مثالیں مل رہی ہیں۔ اس سلسلے میں کشمیر کی دوسری مشہور شاعرہ ''حبہ خاتون'' کا ذکر لازمی بنتا ہے۔ حبہ خاتون کا اصل نام ''زون'' تھا، یعنی چاند کی طرح خوبصورت، حسن وجمال کی ملکہ ہونے کے باوجود حبہ خاتون کو بھی لل عارفہ کی طرح ہی اپنے سسرال میں سکون قلب اور امن وآشتی میسر نہیں ہوئی۔ حبہ خاتون کا انفرادیہ ہے کہ وہ گیت کار اور موسیقار کی حیثیت سے شہرت رکھتی ہے۔ ان کی طویل نظمیں ''وُژن'' گیتوں میں ہیں، جو کشمیری شاعری کی مقبول صنف ہے۔ لیکن ان کی مقبولیت کا اصل سبب اُن کی غزلیں ہیں۔ انہیں موجودہ کشمیری غزل کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ جہاں تک ان کی ابتدائی نظموں اور گیتوں کا تعلق ہے، وہ اپنے دور کی حالات وواقعات کی زندہ ترجمان ہیں۔ ان کے عشقیہ گیت، جو دورِ خوشحالی کی تخلیق ہیں، بڑے اثر آفریں ہیں۔ ان کے آخری دور کی شاعری کے مطالعے سے محسوس ہوتا ہے

کہ ان کے یہاں موجود عشق مجازی نے عشق حقیقی کی صورت اختیار کر لی ہے۔ مجموعی طور پر حبہ خاتون وادیٔ کشمیر کی وہ تخلیق کار گزری ہیں کہ جن کا شاعرانہ کلام سولہویں صدی کی بھرپور ترجمانی کو محیط ہے۔ ذیل میں آپ کے کلام کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے ۔

دل نتھ رٹی تھم گوشے ؎ وولو میانہ پوشے مدنو
سمبال کرتھ گر بال درایس ؎ جمال چون وچھنہ لو
اس مے ویسی بے میون ہیو کس گود ؎ تنہ گامژ چھم گنہ لو
خمار ہتی یارسند کونکل ؎ شہمار زن بو چھنہ لو

چناچہ کشمیر ابتدائے زمانہ سے ہی سیاسی افراتفری کا شکار رہا ہے۔ مغل، سکھ اور افغان دور میں کشمیریوں کے حالات ہمیشہ ناگفتہ بہہ رہے ہیں۔ حکمران اپنی عیاشی اور سیاسی امور میں مصروف رہے اور عام لوگ کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کرتے رہے۔ کم عمری میں شادی کا رواج عام تھا۔ عورتوں کو جائداد پر پورا حق حاصل نہیں تھا۔ اے۔ آر۔ کھانڈے اپنی کتاب Sikh rule in Kashmir میں سکھ دور میں عورتوں کی بے بسی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہ حقیقت ہے کہ خواتین کو مردوں کے مقابلے میں بنیادی حقوق، جائیداد اور ذمہ داروں میں زیادہ تر حاشیے پر ہی رکھا گیا ہے اور رہی سہی کسر سماج کے شر پسند اداروں نے پوری کر دی۔''[۲]

۱۹ویں صدی کے اوائل میں سرکاری اور سماجی سطح پر تعلیم نسواں کی اہمیت اور افادیت پر زور دیا گیا۔ کشمیر کے طول وعرض میں تعلیمی ادارے کھول کر لڑکیوں کے لیے تعلیم آسان بنا دی گئی۔ فاصلاتی تعلیم کی وساطت سے تعلیم عورتوں کی دہلیز تک پہنچ گئی۔ دور دراز اور پسماندہ علاقوں میں رہنے والی لڑکیوں کو علم کے زیور سے آراستہ ہونے کا موقعہ حاصل ہوا۔ وقت کے بدلتے حالات نے عورتوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ترغیب دی۔ لڑکیوں میں لکھائی اور پڑھائی کا ذوق وشوق پیدا ہو گیا۔ کشمیر کی وادی سے نکل کر نہ صرف انہوں نے ملک کی دوسری ریاستوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے بلکہ بیرون ملک بھی وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔ اب عورتوں نے کشمیر کے سیاسی، سماجی، اقتصادی اور ثقافتی پروگراموں میں بھی حصہ لینا شروع کیا۔ مرحوم شیخ محمد عبداللہ کی اہلیہ ''بیگم عبداللہ'' وہ پہلی خاتون ہے جس نے اپنے شوہر کے شانہ بہ شانہ چل کر سیاسی نشیب و فراز کا مقابلہ کیا۔ کشمیری عوام میں مقبولیت پانے کے نتیجے میں لوگ ان کو اب بھی ''مادرمہربان'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بیگم اکبر جہاں دو بار ہندوستانی پارلیمنٹ الیکشن جیت کر ریاست جموں وکشمیر کی نمائندگی کرتی رہی۔ بیگم اکبر جہاں کی سیاسی شخصیت

سے متاثر ہوکر کشمیر کی دوسری عورتیں بھی سیاسی شعبے میں حصہ لینے کے لیے سامنے آگئیں۔ سابق وزیر اعلیٰ غلام محمد صادق کی بہن زینت جی اپنے بھائی کی بہترین سیاسی مشیر تھیں۔ محبوبہ مفتی کشمیر کی وہ پہلی خاتون ہیں جنھوں نے اپنے والد مفتی محمد سعید کی سیاسی جدوجہد میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اوران کے انتقال کے بعد خود بھی ریاست جموں وکشمیر کی وزیر اعلیٰ بن گئی۔ سکینہ یتو نے اپنے والد کی وفات کے بعد ایم بی بی ایس کی تعلیم ادھوری چھوڑ کر ریاستی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ بالآخر سیاست میں اچھی خاصی پیش رفت کرنے کے نتیجے میں ان کو نیشنل کانفرنس کے دورحکومت میں کابینہ وزیر بننے کا موقعہ ملا۔ درخشاں اندرابی نے ایک ادیبہ ہونے کے باوجود سیاسی میدان میں قدم رکھا اور اپنی ایک الگ سیاسی پارٹی تشکیل دی۔ بعد میں بی جے پی جیسی نیشنل پارٹی کے ساتھ وابستہ ہوکر ملکی سیاست کے افق پر نمودار ہوگئی۔ سابق ایم۔ایل۔سی کانگریس ''محمد شفیع بٹ'' کی صاحب زادی ''حنا بٹ'' نے بی۔جے۔پی میں شمولیت اختیار کرکے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز کیا اور اسمبلی الیکشن میں بحیثیت امیدوار کے سامنے آگئی۔ وہ اس وقت جموں وکشمیر یونین ٹیری ٹری میں کے۔وی۔آئے۔بی (کھادی اینڈ ولیج انڈسٹریز بورڈ کی نائب صدر) کے طور پر کام کررہی ہیں۔ اس وقت عورتوں میں سیاسی امور میں حصہ لینے کا رجحان کافی حد تک بڑھ گیا ہے۔ حالیہ پنچایت الیکشن میں سینکڑوں عورتوں نے حصہ لیا جن میں بعض پنچ، سرپنچ اور بعض ڈی ڈی سی چیئر پرسن منتخب ہوئیں۔

خواتین کی ایک بڑی تعداد سنگتراشی، مصوری، فن موسیقی، رقص اور پیپر ماشی جیسے فنون لطیفہ میں دلچسپی رکھتی ہیں۔ وہ ریڈیو، ٹیلی ویژن اور کلچرل اکادمی کے اسٹیج پر اپنے فن کا مظاہرہ کرکے داد وتحسین حاصل کرتی ہیں۔ راجہ بیگم، زون بیگم، حسینہ اختر، ماہتاب بیگم، شمیمہ دیو، کلاش مہرہ، نرجا بٹ وغیرہ نے فن موسیقی کو چار چاند لگائے ہیں۔ کشمیر میں نسوانی تعلیم کو عام کرنے کے لیے جن خواتین نے نمایاں کام انجام دیئے ہیں ان میں ڈاکٹر گرجا دھر اور مس محمودہ احمد علی شاہ کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ کشمیر کا مشہور زمانہ ہسپتال ''لل دید ہسپتال'' ڈاکٹر گرجا دھر کی ہی کاوشوں کا نتیجہ ہے جہاں لاکھوں خواتین علاج ومعالجے کے لیے تشریف لاتی ہیں۔ طبی تعلیم کو فروغ دینے میں ڈاکٹر گرجا دھر نے کافی محنت کی ہے۔ مس محمودہ احمد علی شاہ ریاستی اور ملکی سطح کی ماہر تعلیم تھیں۔ گورنمنٹ وومن کالج پرنسپل کی حیثیت سے انہوں نے خواتین کی تعلیم کو فروغ دینے کے سلسلے میں کافی اقدامات اٹھائے۔ وہ ہندوستان کی سابق وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی جی کی قریبی سہیلی تھیں۔ تعلیمی معاملات میں نمایاں کارکردگی کے نتیجے میں ان کو ۲۰۰۶ کو پدم شری سے نوازا گیا۔ NSO(National Statistical Office) کی رپورٹ کے مطابق جموں وکشمیر میں خواندہ خواتین کی شرح ۶۸ فی صد ہے۔ شہروں میں یہ شرح ۷۵.۵ اور دیہاتیوں میں ۶۸ فی صد ہے۔ اس کے

مطابق کشمیر میں خواتین کا تعلیمی مستقبل روشن نظر آتا ہے۔

تعلیم عام ہونے کے نتیجے میں اب کشمیری لڑکیاں صحافت کے میدان میں اپنا لوہا منوا چکی ہیں۔ کشمیر کی مشہور صحافی نعیمہ احمد مہجور بین الاقوامی ریڈیو اسٹیشن بی۔بی۔سی میں کافی وقت تک اپنے فرائض نبھا رہی تھیں۔ کشمیر کے خونین حالات میں عورتوں پر ہونے والا مظالم کو نعیمہ احمد مہجور نے اپنی کتاب ''دہشت زادی'' میں بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ادب کے میدان میں جن کشمیری خواتین نے قابل ستائش کام کیا ہے ان میں شیرین بھان، سعیدہ بن سید حمید، ماہ رخ عنایت، نتاشا کول، نائلہ خان، پدما سچ دیو، بیگم ظفر علی اور رخسانہ جبین کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ایک زمانے تھا جب کشمیر میں لڑکیوں کے لئے سائیکل چلانا معیوب سمجھا جاتا تھا، لیکن اب لڑکیاں موٹر سائیکل، گاڑی اور جہاز چلانے کی بھی صلاحیت رکھتی ہیں۔ ہوائی جہاز چلانے کے لیے جن لڑکیوں نے پہل کی ان میں عائشہ عزیز، سمیع آرا اسروری، کنیز فاطمہ، ارم حبیب اور تنوی رینہ کے نام شامل ہیں۔ لڑکیاں اب محکمہ صحت کے ساتھ ساتھ محکمہ پولیس میں بھی کام کر رہی ہیں۔ کشمیر میں رام باغ پولیس اسٹیشن فقط خواتین سے تعلق رکھنے والے جرائم کی تفتیش کے لیے مقرر کیا گیا اور اس میں کام کرنے والا اسٹاف خواتین پر ہی مشتمل ہے۔

کشمیر کی لڑکیاں ریاستی اور ملکی سطح پر منعقد ہونے والے مسابقتی امتحانات میں برابر حصہ لے رہی ہیں۔ اس طرح لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد آئی۔اے۔ایس اور کے۔اے۔ایس آفیسرز کی حیثیت سے کام کر رہی ہیں۔ کپوارہ جیسے دور دراز علاقے میں رہنے والی ڈاکٹر زبیدہ سلام پہلی خاتون ہے جس نے پہلے ایم۔بی۔ایس کا امتحان پاس کر کے ڈاکٹری کا پیشہ اختیار کیا۔ پھر کے۔اے۔ایس کا امتحان پاس کر کے ریاستی ایڈمنسٹریشن میں قدم رکھا۔ اس کے بعد یو۔پی۔ایس۔سی کے تحت آے۔پی۔ایس کا امتحان پاس کر کے ملکی سطح کی بیروکریسی میں شامل ہوگی۔ کپوارہ سے ہی تعلق رکھنے والی نادیہ بیگ نے ۲۳ سال کی عمر میں آئی۔اے۔ایس پاس کر کے کشمیری عورتوں کی نئی نسل کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اسی طرح جموں وکشمیر کے ضلع ڈوڈا سے تعلق رکھنے والی ایک مشہور خاتون ڈاکٹر سہرش اصغر بھی پہلے ایم۔بی۔ایس کے امتحان میں اوّل درجے میں کامیاب ہوئی اور اس کے بعد کشمیر کے انتظامی امتحان کے۔اے۔ایس میں بھی اعتباری حیثیت حاصل کی اور اس کے بعد اپنی محنت اور قابلیت کو بروئے کار لا کر ملک کے سب سے بڑے امتحان آئی۔اے۔ایس میں بھی سرخروئی حاصل کی اور اس طرح ملکی سطح کے سیاسی سطح کی افسر شاہی میں ایک ذہین اور کامیاب منتظم کے فرائض انجام دے رہی ہے۔

کشمیر میں عورتوں کو ہنر مند بنانے کے لیے حکومت نے طرح طرح کے پروگرام تشکیل دیے ہیں۔ پردھان منتری کوشل وکاس یوجنا اسکیم کے تحت پسماندہ طبقے کی خواتین کو ہنر مند بنانے کے لیے مالی امداد دی جاتی ہے۔تیجسوی ااسکیم ۲۰۲۲ء اس طرح کی ایک اور اسکیم ہے۔ Super - 75 Scholar کی اسکیم کے تحت غریب طبقے کے ساتھ تعلق رکھنے والی طالبات کو ۱۲۱ میڈیکل اور انجینر نگ کالجوں میں اعلیٰ تعلیم پانے کے لیے تعاون فراہم کیا جاتا ہے۔

اکیسویں صدی کی تیسری دہائی تک آتے آتے وادیٔ کشمیر سے وابستہ خواتین نے کم وبیش ہر ایک شعبۂ زندگی میں اپنی ذہانت وفطانت اور ہنر مندی وتجربہ کاری کا مظاہرہ کر کے اپنی اہمیت کا بخوبی احساس دلایا ہے۔موجودہ وقت میں ابتدائی سطح سے لے کر اعلیٰ سطحی تعلیم میں خواتین کی شرکت ریاستی اور ملکی سطح کے امتحانات میں ان کی شمولیت، مختلف کھیل کود میں ان کی کارکردگی، سرکاری وغیر سرکاری اداروں میں ان کی گراں قدر خدمات، علمی وادبی حلقوں میں ان کی اجتہادی کاوشیں وغیرہ وہ زندہ مثالیں ہیں جو وادیٔ کشمیر میں طبقۂ خواتین کی ذہنی بیداری، سیاسی ومعاشرتی آگاہی اور علمی وادبی فتوحات پر دال ہیں۔

حوالہ جات:

1. G.M.D Sofi, " Kashmir being a history of Kashmir from the earliest times to our own. 1948. Digital library of India, Item 2015.280747, P. 42. Volume 2)

2. A.R.Khanday "The sikh rule in Kashmir. Page 33. Muneeza Publications , Kulgam Kashmir 2007"

☆☆☆

رابطہ:
ڈاکٹر روشن آرا
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ مطالعات خواتین، کشمیر یونیورسٹی
ای میل:roshanara66@gmail.com